سلطان العلماء

پیر سید مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

تحریکِ خلافت

مجددِ عصر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے؛ پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارہ مظہرِ اسلام لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلطان العلماء

پیر سیّد مہر علی شاہ گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ

اور

تحریکِ خلافت

مجدد عصر

پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد

ایم۔ اے : پی۔ ایچ۔ ڈی

ادارۂ مظہرِ اسلام، لاہور

اسلامی جمہوریہ پاکستان

Marfat.com

سلسلہ اشاعت نمبر 35

بیاد

شیخ الاسلام مفتی اعظم ہند علامہ شاہ محمد مظہر اللہ رحمۃ اللہ علیہ
شاہی امام وخطیب مسجد جامع فتحپوری، دہلی

بفیضانِ نظر

مجدد عصر سعادت لوح وقلم حضرت مسعود ملت پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد دامت برکاتہم العالیہ

نام کتاب ــــــــــــ سلطان العلماء حضرت پیر سید مہر علی شاہ اور تحریک خلافت

مصنف ــــــــــــ مجدد عصر پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد (ایم۔اے۔پی۔ایچ۔ڈی)

صفحات ــــــــــــ ۳۲

تعداد ــــــــــــ ۱۱۰۰ گیارہ سو

اشاعت باراول ــــــــــــ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ/اگست ۲۰۰۷ء

ناشر ــــــــــــ ادارہ مظہر اسلام، لاہور

پروف ریڈنگ ــــــــــــ محمد عبدالستار طاہر مسعودی

کمپوزر ــــــــــــ الحجاز کمپوزر، اسلام پورہ لاہور 7152954

مطبع ــــــــــــ شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور

قیمت ــــــــــــ /۔ روپے

نوٹ:۔ بیرون جات کے حضرات ۔/ روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

ملنے کا پتہ

ادارہ مظہر اسلام

3/64۔نئی آبادی مجاہد آباد، مغلپورہ، لاہور، 54840

Marfat.com

مشمولات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	سلسلہ نسب	۴
۲	ولادت باسعادت	۴
۳	تعلیم وتربیت	۵
۴	بیعت، اجازت وخلافت	۶
۵	مزاج ومسلک	۷
۶	معاندین کا تعاقب	۸
۷	آپ کا سیاسی کردار	۱۱
۸	تحریک خلافت کا پس منظر	۱۳
۹	تحریک خلافت کا اصل مقصود	۱۴
۱۰	تحریک خلافت کے پوشیدہ مقاصد	۱۵
۱۱	سیاسی تحریکوں کے درمیان اُبھرنے والے بعض مسائل	۱۷
۱۲	تقسیم ہند کی دوٹوک بات	۲۶
۱۳	وصال پرملال	۲۷
۱۴	سجادہ نشین	۲۹
۱۵	یادگار تصانیف	۳۰
۱۶	حاصل کلام	۳۰

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ گولڑوی علیہ الرحمہ اپنے علم و فضل اور عشق رسول کی بدولت پاک و ہند میں جانے پہچانے جاتے ہیں۔ ان کی پنجابی نعت کا یہ مصرع:

ع کتھے مہر علی کتھے تیری ثناء گستاخ اکھیاں کتھے جا اڑیاں

دلوں کو گرما بھی رہا ہے اور برما بھی رہا ہے —— جذبات محبت کا ایک چشمہ ہے جس سے تاثیر کے فوارے پھوٹ رہے ہیں —— بلاشبہ حضرت سلطان العلماء ان برگزیدہ ہستیوں میں تھے جن کے لیے کہا گیا ہے:

سالہا در کعبہ و بت خانہ می نالد حیات
تاز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں

○

سلسلہ نسب:

حضرت سلطان العلماء خاندان سادات کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کا سلسلہ نسب پچیس (۲۵) واسطوں سے حضرت غوث اعظم شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی علیہ الرحمہ سے ملتا ہے، اور چھتیس (۳۶) واسطوں سے حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے۔

ولادت باسعادت:

آپ کی ولادت باسعادت یکم رمضان المبارک ۱۲۷۵ھ مطابق ۱۴ اپریل

Marfat.com

۱۸۵۹ء میں بروز پیر گولڑہ شریف میں ہوئی۔ گولڑہ شریف، راولپنڈی (پاکستان) سے گیارہ میل کے فاصلے پر کوہِ مارگلہ کے دامن میں واقع ہے۔ پاکستان کا دارالسلطنت اسلام آباد اس کی مشرقی حدود سے متصل ہے۔

تعلیم وتربیت:

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے علاقے میں حاصل کی، چنانچہ گولڑہ شریف میں مولانا غلام محی الدین سے پڑھا، پھر حسن ابدال میں مولانا محمد شفیع قریشی سے اور ضلع سرگودھا میں مولانا سلطان محمود سے علوم عقلیہ ونقلیہ کی تحصیل کی —— آپ مولوی سلطان محمود کے ساتھ سیال شریف بھی حاضر ہوتے تھے، چونکہ آپ کے استاد محترم خواجہ شمس الدین سیالوی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے۔ یہ آنا جانا ایسا مبارک ثابت ہوا کہ سیال شریف مستقبل میں آپ کا پیرخانہ بن گیا اور آپ خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمہ سے بیعت ہو گئے۔

حضرت سلطان العلماء نے ۱۵ سال کی عمر تک پنجاب وسرحد میں تعلیم حاصل کی پھر ۱۲۹۰ھ/ ۱۸۷۳ء میں ہندوستان تشریف لے گئے اور علی گڑھ میں فاضل جلیل مولانا لطف اللہ علی گڑھی کے مدرسے میں اڑھائی سال ۱۲۹۰ھ تا ۱۲۹۳ھ (۱۸۷۳ء تا ۱۸۷۶ء) تعلیم حاصل کی اور امتحان میں خاص امتیاز حاصل کیا —— بڑے ذہین وفطین تھے۔ اقلیدس (جیومیٹری) کا پرچہ حل کیا تو خود اشکالات واعتراضات وارد کئے، پھر خود جوابات تحریر فرمائے، یہ دیکھ کر ممتحن حیران رہ گئے، سرسید احمد خاں کو جب اس کا علم ہوا تو وہ بھی متعجب ہوئے —— نہ صرف امتحان بلکہ درس کے دوران بھی وہ اپنے اساتذہ سے بڑے دقیق سوالات کیا کرتے تھے، ایک دفعہ مدرسہ علی گڑھ میں مولانا عبداللہ ٹونکی تشریف لائے، جو اپنے عہد کے جلیل القدر عالم تھے —— ان سے علم نحو کی کتاب ''کافیہ'' پر سوال و جواب ہوئے تو مولانا عبداللہ ٹونکی کو خاموش ہونا پڑا —— مدرسہ علی گڑھ میں مولانا لطف اللہ علی گڑھی نے صحاح ستہ کتب حدیث کی اجازت دی جوان کو مولانا آل احمد بن محمد امام بن

Marfat.com

نعمت اللہ پھلواری سے ملی تھی، اس کے علاوہ قرآن وتفسیر کی بھی اجازت دی جو قاری عبدالرحمٰن پانی پتی سے ملی تھی۔

حضرت سلطان العلماء سہارنپور میں مولوی احمد علی سہارنپوری کے درس میں بھی شریک ہوئے۔ مولانائے موصوف محمد علی مونگیری اور مولوی محمود حسن دیوبندی کے استاد تھے۔ مدرسہ سہارنپور میں سلطان العلماء کے ہم سبق محدث جلیل مولانا وصی احمد محدث سورتی بھی رہے۔ مولانائے موصوف امام احمد رضا خاں بریلوی کے مخصوصین میں تھے، دونوں میں بڑا چاؤ اور لگاؤ تھا——مدرسہ سہارنپور میں سلطان العلماء اور محدث سورتی کے علاوہ سب طلبہ غیر مقلد تھے، اسی لیے سلطان العلماء ایسی احادیث پر عالمانہ بحث فرماتے جس سے مذہب حنفی کی تائید ہوتی، اس لیے غیر مقلد طلبہ بہت پریشان رہتے۔

سلطان العلماء ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۰۰ھ (۱۸۷۳ء تا ۱۸۸۲ء) تک ہندوستان میں علوم منقولہ و معقولہ کی تحصیل کرتے رہے، پھر ۱۳۰۰ھ ہی میں وطن عزیز گولڑہ شریف واپس آگئے۔ اس زمانے میں آپ کے والد ماجد کے ماموں سید فضل دین شاہ گیلانی علیہ الرحمہ (م۔ ۱۳۱۱ھ/ ۱۸۹۲ء) اور والد ماجد سید نذر دین شاہ علیہم الرحمۃ (م۔ ۱۳۲۳ھ/ ۱۹۰۴ء) بقید حیات تھے۔ دونوں کے زیر سایہ فکر معاش سے بے نیاز ہو کر سلطان العلماء درس و تدریس میں مصروف رہے۔ معقولات میں قاضی مبارک کا ایسا درس دیتے کہ علماء حیرت زدہ رہ جاتے۔ انہیں ایام میں آپ کی شادی ہوگئی۔

بیعت، اجازت وخلافت:

حضرت سلطان العلماء سلسلۂ چشتیہ میں حضرت خواجہ محمد دین سیالوی علیہ الرحمہ (۱۳۰۰ھ/ ۱۸۸۲ء) المعروف بہ "حضرت ثانی" سے بیعت ہوئے اور مدارج سلوک طے کرکے اجازت وخلافت حاصل کی۔ آپ کو اپنے شیخ سے بے پناہ محبت تھی، ۱۳۰۰ھ میں جب سلطان العلماء کے شیخ طریقت حضرت خواجہ محمد دین سیالوی رحمہ اللہ علیہ کا

Marfat.com

وصال ہوا تو آپ پر جذب و مستی کی کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ گھر کو خیر باد کہا اور سیاحت پر نکل گئے ـــــ لاہور، مالیر، کوٹلہ، ملتان، ڈیرہ غازی خاں، مظفر گڑھ، اجمیر شریف، حسن ابدال وغیرہ گئے۔ پھر ۱۳۰۷ھ میں سلطان العلماء حج بیت اللہ شریف اور زیارت حرمین شریفین کی سعادت سے مشرف ہوئے۔ انہی ایام میں حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۱۷ھ/۱۸۹۹ء) نے آپ کو سلسلۂ چشتیہ صابریہ میں اجازت مرحمت فرمائی ـــــ حضرت حاجی صاحب نے راقم کے جد امجد حضرت محمد مسعود شاہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ (م۔ ۱۳۰۹ھ/۱۸۹۲ء) سے بھی روحانی فیض حاصل کیا تھا جو حضرت سید امام علی شاہ علیہ الرحمہ مکان شریفی کے اجلہ خلفاء میں تھے۔ مکہ معظمہ میں آپ حاجی صاحب کے درس میں بھی شریک ہوئے ـــــ ایک روز فراق و وصال پر آپ نے عارفانہ تقریر فرمائی تو حاجی صاحب بہت محظوظ ہوئے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ـــــ مکہ معظمہ میں حضرت سلطان العلماء کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا، چنانچہ قاری عبداللہ مہاجر مکی نے جب آپ کو خط لکھا تو ان القاب سے یاد کیا:

''قطب الاقطاب'' ـــــ ''غوث الانجاب'' ـــــ ''جامع علوم''

''حقیقیہ شرعیہ'' ـــــ ''مشرق آفتاب رشاد'' ـــــ وغیرہ وغیرہ

سفر حرمین شریفین سے واپسی پر آپ بھوپال تشریف لے گئے اور وہاں کچھ عرصے درس و تدریس میں مصروف رہے، پھر وطن عزیز کولٹرہ شریف آ گئے۔

مزاج و مسلک:

حضرت سلطان العلماء کا مسلک سلجھا ہوا اور طبیعت بھی سلجھی ہوئی تھی، آپ مشرباً چشتی، مسلکاً حنفی اور سلفاً صالحین کے پیرو تھے، طبیعت پر جمال غالب تھا، اختلافات کے باوجود مسلک دیوبند کے علماء بھی آپ سے عقیدت رکھتے تھے ـــــ آپ ۱۳۰۷ھ/

Marfat.com

۱۸۸۹ء میں مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے اور نصف صدی تک ایک عالَم کو سیراب و سرفراز فرمایا۔

معاندین کا تعاقب:

آپ نے مرزائیت، شیعیت، وہابیت، نیچریت، دیوبندیت کا ردِّ بلیغ فرمایا ——— سنیت اور مدارس اہل سنت کیلئے آپ کی مساعی جمیلہ ناقابل فراموش ہیں ——— آپ:

★ امکان کذب باری تعالیٰ کو محال

★ علم غیب عطائی اور سماع موتی کو برحق

★ ندائے یارسول اللہ، زیارت قبور، توسل واستمداد، انبیاء واولیاء، بزرگوں کے نام پر قربانیوں اور ایصال ثواب کو جائز سمجھتے تھے اور اسکے لئے وزنی دلائل رکھتے تھے۔

معبودان باطل اور بتوں کے متعلق جو آیات نازل ہوئیں ان کو انبیاء اولیاء پر منطبق کرنے کو تحریف وتخریب سے تعبیر فرماتے تھے۔ آپ نے ابن عبدالوہاب نجدی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے گستاخانہ کلمات کا تعاقب فرمایا اور ان کا رد بلیغ فرمایا۔

شدِّ رِحال والی حدیث کی روشنی میں ابن تیمیہ اور ابن عبدالوہاب نے مسلمانوں کو روضۂ رسول علیہ التحیہ والتسلیم کی زیارت سے روکنے کی پوری پوری سعی کی۔ حضرت سلطان العلماء دونوں حضرات کے دلائل کو باطل قرار دیتے تھے اور روضۂ رسول علیہ التحیہ والتسلیم اور مزاراتِ اولیاء پر حاضری کو جائز اور باعث اجر وثواب سمجھتے تھے ——— ایک عاشق، دل کی گلی میں جاتا ہے، نہ معلوم کسی کا کیا جاتا ہے! ——— ابن عبدالوہاب نے اپنی تحریک کے زمانے میں اہل مکہ کے نام اپنا دعوتی پیغام بھیجا ——— وہ اہل مکہ جو اہلِ سُنّت وجماعت کے عقائد پر سختی سے کاربند تھے اور سلف صالحین کے سچے پیرو تھے ——— اس پیغام میں وہ اہل مکہ سے یوں خطاب فرماتے ہیں:

Marfat.com

''جو شخص نبی کو اپنا ولی اور شفیع سمجھتا ہے وہ اور ابو جہل، شرک میں برابر ہیں ـــــ جو شخص اپنی حاجت کے وقت ''یامحمد'' کہتا ہے اگرچہ ان کے متعلق سب باتوں میں عاجز ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو تو بھی شرک ہو جاتا ہے۔''

پھر لکھا ہے:

''پہلے بت 'لات' اور 'سواع' اور 'عزیٰ' تھے ـــــ اور پچھلے بت محمد، علی اور عبدالقادر ہیں۔''[1]

یہ تھی ابن عبدالوہاب کی دعوت جس کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی تحریر فرماتے ہیں کہ:

''ان کے عقائد اچھے تھے گو مزاج کے سخت تھے۔''

شاید ان کو اندازہ نہ تھا کہ انہوں نے خود حضور انور ﷺ کی شان میں یہ جو فرمایا ہے:

شفیع عاصیاں ہو تم وسیلہ بے کساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

ابن عبدالوہاب کے فتوے کی زد میں آ رہا ہے ـــــ اور نہ صرف وہ بلکہ اس میں مولوی اشرف علی تھانوی بھی ان کے شریک ہیں، جنہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں فرمایا:

لیس لی ملجاء سواک اغث[2]
مسنی الضر سیدی سندی

المختصر آپ کے زمانے میں وہابیت نے سر اٹھایا جس کی آپ نے سرکوبی فرمائی، پاک پتن شریف میں عرس کے موقع پر درگاہ شریف معاندین کا مرکز رہتی۔ یہاں آپ نے ان لوگوں سے کئی کامیاب مباحثے فرمائے۔ شائد قارئین کرام کو یہ پڑھ کر تعجب ہو کہ وہابیہ

(۱) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۶۲، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

(۲) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۶۳، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

Marfat.com

نے درگاہ شریف کو کیوں مرکز بنایا تھا——اس کے دو فائدے تھے:

❶ ایک تو یہ جو اہل سنت قریب ہیں، ان کو تقریر و ترغیب سے اپنا ہم خیال بنایا جائے۔

❷ دوسرا فائدہ یہ تھا کہ جو اہل سنت دور ہیں وہ یہ سمجھتے رہیں کہ جب درگاہ شریف اس جماعت کا مرکز ہے تو یقیناً یہ جماعت عقائد اہل سنت رکھتی ہوگی، اس طرح اہل سنت قریب آتے جائیں گے اور کام پھیلتا جائے گا۔

چنانچہ یہ حضرات ابتدا میں کسی اختلافی مسئلہ پر بات نہیں کرتے بلکہ مصلحتاً اگر صلوٰۃ وسلام کے لیے کھڑا رہنا پڑے تو کھڑے ہو جاتے ہیں جس سے یہ تاثر قائم کرتے ہیں کہ ہم تو عاشق رسول اور اہل اللہ کے ماننے والے ہیں، حالانکہ ان کے مقاصد عالیہ میں خانقاہوں اور درگاہوں کا اُجاڑنا شامل ہے جس کا راقم کو ذاتی تجربہ ہے——اس جماعت کے ایک ذمہ دار فرد نے راقم کو اپنا سمجھ کر سرگوشی کے انداز میں کہا:

''فلاں شہر میں جو خانقاہ تھی ہماری جماعت نے اجاڑ دی، مریدین منتشر ہوگئے اور پیر صاحب روانہ ہوگئے۔''

راقم کی آنکھیں کھل گئیں اور ان الزامات کی تصدیق ہوئی جو اہل سنت کی طرف سے لگائے جاتے تھے——ایک انگریز جاسوس کی یادداشت پڑھی تھی جس میں برطانیہ کے محکمۂ جاسوسی نے اس کو جو ہدایات دی تھیں ان میں ایک ہدایت یہ بھی تھی کہ:

'' مسلمانوں کو اہل اللہ کے مزاروں سے دور رکھا جائے۔ کہ یہ مزارات قوت کا سرچشمہ ہیں اور مسلمانوں کو یہ باور کرایا جائے کہ مزارات پر حاضری کفر وشرک ہے۔''

حیرت کی بات ہے دشمنانِ اسلام کے مقاصد ہمارے ہاتھوں پورے ہو رہے ہیں——حضرت سلطان العلماء ایک دیدہ ور مصلح تھے، وہ جانتے تھے کہ جن عقائد کی اس زمانے میں تشہیر کی جارہی تھی اس کا فائدہ دشمنوں کو پہنچے گا، مسلمانوں کو نہیں——اسی لیے

Marfat.com

آپ نے ان تمام عقائد کی پرزور تردید فرمائی جس سے دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مضبوط ہوتے۔

حضرت سلطان العلماء کی طبیعت میں استغناء تھا۔

ع کہ ہے استغناء میں معراجِ مسلمانی

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۱۱ء میں جب شاہ برطانیہ نے دہلی میں دربار لگایا اور آپ کو بھی دعوت دی گئی تو آپ تشریف نہ لے گئے —— آپ کے رگ و ریشے میں اسلام اور شارع اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، یہی وہ محبت ہے جس سے مشرک و مسلم میں فرق کیا جا سکتا ہے —— گستاخ رسول راجپال کو جب برطانوی عدالت نے بری کیا تو سلطان العلماء نے وائسرائے ہند کو یہ تار بھیجا۔

''مسلمان قوم ہزار اختلافات کے باوجود ناموسِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محاذ پر یک جان ہو کر لڑے گی اور کسی قسم کی قربانی سے دریغ نہ کرے گی۔''[۱]

اسی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے آپ عوام و خواص میں مقبول و محبوب تھے اور یہی عشق رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھا کہ جب ۱۹۰۰ء میں آپ قادیانیوں سے مناظرے کیلئے لاہور تشریف لے گئے تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ پورا شہر اُمنڈا چلا آرہا ہے۔

آپ کا سیاسی کردار:

حضرت سلطان العلماء نے کبھی سیاست میں حصہ نہ لیا لیکن جب ناعاقبت اندیش لیڈروں نے سیاست میں اسلام کو ملوث کیا اور شریعت کو پامال کیا تو آپ خاموش نہ رہے —— سیاست میں آپ نہایت ہی حزم و احتیاط کے قائل تھے جس کا اندازہ ان

(۱) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، مطبوعہ ۱۹۷۳ء، لاہور، ص ۱۴۴

Marfat.com

کلمات سے ہوتا ہے جو آپ نے اپنے آخری ایام میں صاحب زادۂ گرامی شاہ غلام محی الدین علیہ الرحمہ کے استفسار کے جواب میں ارشاد فرمائے ——— ۱۹۳۵ء میں مسجد شہید گنج لاہور کی تحریک چلی اس تحریک میں شرکت کے لئے جب صاحب زادہ موصوف نے حضرت سلطان العلماء سے اجازت چاہی تو آپ نے فرمایا:۔

''کوئی قدم ایسا نہ اٹھانا جو واپس لینا پڑے ——— نہ تو لوگوں سے اس قدر علیحدگی اختیار کرنا کہ نشانہ بنالیں اور نہ ایسا اختلاط کرنا کہ اپنا شغل بھی ترک ہو جائے''[۱]

آپ کے ارشادات دور جدید کے مسلمان سیاست داں بالخصوص علماء کے لیے مشعل راہ ہو سکتے ہیں ——— ان چند کلمات میں جہانِ معنی آباد ہے اور برسوں کے تجربے سموئے ہوئے ہیں۔

حضرت سلطان العلماء کے زمانے میں ۱۹۱۹ء میں تحریک خلافت چلی اور اس کے بعد ۱۹۲۰ء میں گاندھی نے تحریک ترک موالات شروع کی پھر کئی اور تحریکیں چلیں مثلاً:

❶ تحریک ترک گاؤکشی،

❷ تحریک کھدر،

❸ تحریک ہجرت وغیرہ۔

چونکہ ان تحریکوں میں اسلام کو ملوث کیا گیا، احکام شریعت کو پامال کیا گیا اور مسلم مفادات کو نقصان پہنچایا گیا اس لیے آپ نے شرعی وجوہ کی بناء پر ان تحریکوں کی مخالفت کی۔

تحریک خلافت کا ایک طویل پس منظر ہے اور پھر ایک طویل پیش منظر ——— اس لیے ہم مختصراً پہلے اس تحریک کا پس منظر پیش کریں گے اور پھر پیش منظر اور پھر اس کے

---

(۱) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۱۴۵، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

Marfat.com

نتائج کا ذکر کریں گے تاکہ یہ معلوم ہو سکے کہ حضرت سلطان العلماء ایک عارف کامل اور فاضل جلیل عالم ہی نہیں ایک دیدہ ور مدبر بھی تھے۔

تحریک خلافت کا پس منظر:

سلطنت عثمانیہ مسلمانوں کی ایک عظیم سلطنت تھی عقائد میں اہل سنت و جماعت اور سلف صالحین کی پیرو تھی اور دنیا کی ایک بڑی قوت تھی جس کا کوئی مدمقابل نہ تھا۔ یہ سلطنت دنیا کے چار براعظموں پر پھیلی ہوئی تھی، اس کی ہیبت سے یورپ کانپتا تھا —— اس کی تباہی و بربادی کے لیے تدبیریں سوچی جانے لگیں اور ایک تدبیر یہ سمجھ میں آئی کہ مسلمانوں میں نئی سیاسی اور دینی قوت کو جنم دیا جائے۔ اس کے لیے جزیرۂ عرب کو انتخاب کیا گیا چنانچہ برطانیہ کے وزارت نوآبادیات کے محکمۂ جاسوسی نے اس مشن کے لیے جاسوس روانہ کیے، جنہوں نے علاقائی عصبیتوں کو جگا کر مقامی لوگوں کو ترکوں کے خلاف بغاوت پر آمادہ کیا اور سلف صالحین کے خلاف نئے دینی رہنماؤں کو ہموار کر کے دینی سطح پر انتشار پیدا کیا اس طرح دیکھتے ہی دیکھتے وہ سلطنت جو دنیا کے بڑے علاقے پر پھیلی ہوئی تھی سیاسی انتشار اور مذہبی اختلال کی وجہ سے سمٹنے لگی اور بالآخر ختم ہو کر ایک جمہوری حکومت کی صورت میں نمودار ہوئی جس کا کوئی سرکاری مذہب نہ تھا۔ مغربی طاقتوں کا یہی مدعا تھا جو انہوں نے سازشوں کا جال پھیلا کر حاصل کر لیا۔

اسلامی دنیا میں سلطان ترکی کو مقامات مقدسہ کے خادم اور بڑی اسلامی مرکزی سلطنت کے سربراہ ہونے کی حیثیت سے ''خلیفۃ المسلمین'' کے لقب سے یاد کیا جاتا تھا۔ جب اتحادیوں نے اس سلطنت کو پارہ پارہ کر دیا تو فطری طور پر ہندوستان کے سنی مسلمانوں کو جو اس سلطنت کو سنیت اور اسلامی شوکت کی آخری یادگار خیال کرتے تھے، سخت صدمہ ہوا —— ۱۹۰۸ء میں سلطان عبدالحمید خاں کو معطل کیا گیا، یہ معزولی سلطنت عثمانیہ کے زوال اور انتشار کا پیش خیمہ ثابت ہوئی —— اس وقت سلطنت ترکیہ بحیرہ عرب سے بلغاریہ اور

Marfat.com

طرابلس تک پھیلی ہوئی تھی ـــــ سلطان عبدالحمید کی معزولی کے بعد بلغاریہ ہاتھ سے گیا، پھر آسٹریا نے ترکی علاقوں پر قبضہ کرلیا، ۱۹۱۰ء میں اٹلی نے دول مغرب کے اشاروں پر طرابلس میں جنگ چھیڑ دی اور کافی علاقے ترکوں کے ہاتھ سے نکل گئے۔ پھر ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم دوم شروع ہونے پر ترکوں نے جرمنی کا ساتھ دے کر رہی سہی قوت بھی کھودی ـــــ اتحادیوں نے عرب ممالک میں بغاوت کرا کے ۱۹۱۶ء اور ۱۹۱۷ء کے درمیان بتدریج شام، حجاز، فلسطین، عراق سب علیحدہ کرالیے اور یہ عظیم سلطنت مختصر سے علاقوں پر محدود ہو کر رہ گئی ـــــ ۱۹۱۹ء میں جنگ عظیم ختم ہونے کے بعد جب اتحادیوں نے ترکیہ کو آپس میں تقسیم کرنا شروع کیا تو ہندوستان کے مسلمان بپھر گئے اور ہندو بھی۔

اصل میں بات یہ تھی کہ دوسری جنگ عظیم (۱۹۱۴ء۔۱۹۱۸ء) کے موقع پر انگریزوں نے ہندوستانی لیڈروں سے وعدہ کیا تھا کہ اگر انہوں نے جنگ میں برطانیہ کی مدد کی تو اس کے صلے میں جنگ جیتنے کے بعد ہندوستان کو آزادی دے دی جائے گی، چنانچہ وہی لیڈر جو بعد میں انگریزوں کے سخت خلاف ہوئے انگریزوں کی مدد کے لیے انہوں نے دن رات ایک کردیے، گاندھی اور محمد علی جوہر نے برطانوی فوج میں ہندوؤں اور مسلمانوں کو خوب بھرتی کرایا حالانکہ انگریزوں کی جنگ ترکوں کے خلاف تھی مگر ہندوستانی لیڈروں کو حقیقت میں ہندوستان کی آزادی مطلوب تھی ترکوں سے کوئی سروکار نہ تھا۔

تحریک خلافت کا اصل مقصود:

۱۹۱۸ء میں جب جنگ عظیم ختم ہوئی تو انگریزوں نے اپنا وعدہ پورا نہ کیا۔ جس سے ہندوستانی لیڈر برافروختہ ہو کر انگریزوں سے انتقام لینے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ انگریزوں کے خلاف ایک بھرپور تحریک چلائی جس کو تحریک خلافت کا نام دیا جاتا ہے۔ اس تحریک میں اہل سنت و جماعت کا خوب استحصال کیا گیا ـــــ سیاست داں اپنے مقاصد کی تکمیل کے لیے کبھی عوام الناس کے دینی جذبے کو ابھارتے ہیں۔ کبھی علاقائی جذبے کو،

Marfat.com

کبھی لسانی جذبے کو ـــــــ تحریک خلافت میں اہل سنت و جماعت کے دینی جذبے کو ابھارا گیا جس سے تحریک میں جان آگئی اور ساتھ ہی یہ باور کرایا گیا کہ سلطنت ترکیہ، خلافت اسلامیہ ہے جس کی حفاظت کے لیے تن من دھن کی قربانی ہر مسلمان پر فرض ہے ـــــــ قوی ضعیف کی مدد کرسکتا ہے، جو خود ضعیف ہے وہ ضعیف کی کیا مدد کرسکتا ہے؟ ـــــــ سلطنت ترکیہ دم توڑ رہی تھی، ہندوستان کے مسلمان بھی بے بس اور مجبور تھے، نہ ان کی سیاست مستحکم تھی نہ معیشت مستحکم تھی اور نہ دینی و اخلاقی حالت ہی اچھی تھی ـــــــ ایسی صورت میں جان و مال کی بازی لگانا خود کو ہلاک کرنا تھا ـــــــ اس لیے دیدہ ور مدبروں نے یہی کہا کہ مسلمان جذبات میں آکر خود کو ہلاک نہ کریں ـــــــ ترکیہ کی جتنی مدد کرسکتے ہیں کریں ـــــــ انہوں نے اس حقیقت کو واشگاف بتایا کہ سلطنت ترکیہ خلافت اسلامیہ نہیں جس کی حفاظت ہر مسلمان پر فرض ہے، یہ محض ایک مسلمان سلطنت ہے جس کی امداد حسب استطاعت ہر مسلمان پر واجب ہے۔

تحریک خلافت کا اصل مقصود انگریزوں سے انتقام لینا اور ہندوستان کی آزادی کے لیے ان کو مجبور کرنا تھا اس میں ہندو اور قوم پرست مسلمان دونوں شریک تھے اور اہل سنت اس لیے شریک تھے کہ بظاہر تحریک ایک ایسی سلطنت کی حمایت میں تھی جو عقائد اہل سنت کی پاسدار تھی۔

تحریک خلافت کے پوشیدہ مقاصد:

لیکن انگریزوں سے انتقام لینے اور ہندوستان کی آزادی کے لیے انگریزوں کو مجبور کرنے کے علاوہ تحریک خلافت کے کئی اور پوشیدہ مقاصد بھی تھے، مثلاً:

1. ہندوؤں کو مسلمانوں کے قریب لانا اور اس باہمی اتحاد سے کانگریس کو، جو ہندوؤں کی ایک کمزور سیاسی جماعت تھی، قوی کرنا۔
2. کانگریس کی خفیہ مالی امداد کرنا۔

Marfat.com

❸ مسلمانوں کو زندگی کی ہر سطح پر کمزور کرنا۔

❹ بدعقیدہ اور وہابیہ (جو مسلمانوں کی نظر میں باوقار نہ تھے) کا وقار بلند کرنا۔

❺ اہل سنت کے اکابر علماء ومشائخ (جو مسلمانوں کو ہندوؤں اور قوم پرست لیڈروں کے پوشیدہ مقاصد سے باخبر کر رہے تھے) کو بدنام کرنا اور ان کی کردار کشی کرنا۔

اب ہم ترتیب وار ان مقاصد پر مختصراً روشنی ڈالتے ہیں:۔

(۱)

ہندو اپنی علیحدگی پسند طبیعت اور مسلمانوں سے عناد ونفرت کی وجہ سے الگ سے ہوگئے تھے۔ یہ علیحدگی سیاسی حیثیت سے ان کے لیے مہلک تھی۔ ان کے پاس مال تو تھا مگر جذبہ وحوصلہ نہ تھا اور سیاست میں دونوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس علیحدگی کے اور بھی اسباب تھے مثلاً:

✪ ہندوؤں نے اردو کے خلاف مہم چلائی

✪ پھر یوپی میں ملازمت کے لیے ہندی کو لازم کرایا

✪ اس کے بعد بنگال کی تقسیم کو ختم کرایا

جس سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا، یہ سارے واقعات ۱۸۶۷ء اور ۱۹۱۲ء کے درمیان واقع ہوئے —— ان واقعات سے مسلم زعماء یہ سوچنے پر مجبور ہو گئے کہ ہندو مسلمانوں کے ساتھ پرامن ہم وطنوں کی طرح نہیں رہنا چاہتے بلکہ مسلمانوں پر حکومت کرنے کے خواب دیکھ رہے ہیں اور اپنے اس دیرینہ مخدوم کو خادم بنانے کی فکر میں ہیں جس نے پاک و ہند پر ایک ہزار سال حکومت کی اور اسلامی رواداری کی شاندار مثال قائم کی —— اس سوچ نے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان خلیج کو اور وسیع کر دیا —— اور مسلمان زعماء علیحدگی کے مسئلے پر سنجیدگی سے سوچنے لگے جن میں سرسید احمد خاں، عبدالحلیم شرر، حسرت موہانی، عبدالقدیر بلگرامی، عبدالستار خیری، علامہ اقبال وغیرہ بہت سے زعماء

Marfat.com

شامل ہیں۔ جب مسلم زعماء کی طرف سے علیحدگی کی باتیں ہونے لگیں۔ ہندو لیڈروں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے تعاون کے بغیر وہ آزادی کی جنگ نہیں جیت سکتے اور اپنے عزائم میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے ـــــ اسی زمانے میں تحریک خلافت شروع ہوئی اور جذبات کا ایک طوفان امنڈ آیا۔ موقع سے فائدہ اٹھا کر ہندوؤں نے پہل کی اور گاندھی، تحریک خلافت میں شامل ہو گئے، جن کا مسلمانوں نے نہایت گرم جوشی سے استقبال کیا بلکہ فرط محبت میں ان کو اپنا پیشوا بنا لیا۔ علماء تک ان کے قدم بہ قدم چلنے لگے اس سے فائدہ اٹھا کر گاندھی نے دوسرے ہی سال ۱۹۲۰ء تحریک ترک موالات شروع کردی (یعنی انگریزوں سے ہر قسم کا مکمل بائیکاٹ) ـــــ یہ تحریک ایک طرف انگریزوں سے ترک موالات کی تحریک تھی تو دوسری طرف ہندوؤں سے موالات اور دوستی و اخوت کی تحریک ـــــ چنانچہ اسی زمانے میں ''ہندو مسلم بھائی بھائی'' کے خوب نعرے لگے اور مسلمان قریب سے قریب آ گئے۔ گاندھی کا مقصود یہی تھا ـــــ مسلمان اس حد تک آگے بڑھ گئے کہ انہوں نے اپنی پیشانیوں پر قشقہ لگوایا، مندروں میں گئے، ارتھیوں کو کندھا دیا، گائے کی قربانی چھوڑ دی، وغیرہ وغیرہ۔ اس صورت حال سے دو قومی نظریہ کا تصور ابھر کر سامنے آیا۔ حقیقت میں یہ نظریہ تو ایک قدرتی نظریہ ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن ہندوستان میں مختلف ادوار میں مختلف اکابرین نے اس نظریہ کا احیاء کیا مثلاً حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، امام احمد رضا خاں بریلوی اور سلطان العلماء حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہ وغیرہ۔

تحریکوں کے درمیان ابھرنے والے بعض مسائل:

تحریک خلافت، تحریکِ ترکِ موالات، تحریک ہجرت اور تحریک کھدر وغیرہ نے بعض شرعی مسائل پیدا کر دیے چنانچہ سلطان العلماء سے مندرجہ ذیل سوالات کئے گئے:۔

سوالات:

❶ کیا حکومت ترکیہ شرعاً خلافت اسلامیہ ہے؟

Marfat.com

2 کیا ہندوستان دارالحرب ہے اور یہاں سے ہجرت کر جانا مسلمانوں پر واجب ہے؟

3 کیا تحفظ خلافت کے لئے کانگریس کا تعاون اور گاندھی کی قیادت جائز ہے؟

4 کیا مسلمانوں پر انگریزوں سے مطلقاً عدم تعاون فرض ہے؟

5 کیا ہندوؤں کی خوشنودی اور تعاون حاصل کرنے کے لیے گائے کی قربانی ترک کرنا جائز ہے؟

6 کیا صرف کھدر کے کپڑے پہننا ضروری ہیں؟

جوابات:

1 پہلے سوال کا سلطان العلماء نے یہ جواب دیا کہ اسلامی خلافت صرف تیس برس رہی، اس کے بعد سلطنت ہوگئی، لہذا سلطنت ترکیہ، خلافت اسلامیہ نہیں۔

2 دوسرے سوال کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ ہجرت کے جواز کی کوئی وجہ کتاب وسنت اور دیگر دلائل شرعیہ سے نہیں ملتی۔ بالفرض ہجرت فرض بھی ہوتی تو دنیا میں کوئی مسلمان ملک اتنا بڑا نہیں جہاں ہندوستان کے کروڑوں مسلمان جا کر آباد ہو سکیں اس لیے عدم استطاعت کی وجہ سے بھی یہ فرض ساقط ہے ——— آپ نے فرمایا کہ اس غیر شرعی ہجرت کا نتیجہ بہت خراب نکلے گا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ افغانستان جانے والے مہاجرین اپنا سب کچھ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر کے چلے گئے وہاں جا کر پریشان و پشیمان ہوئے اور بالآخر خستہ حال واپس لوٹے۔

3 تیسرے سوال کے بارے میں حضرت سلطان العلماء کا یہ موقف تھا کہ گاندھی کی قیادت ناجائز ہے اس لیے کہ مسلمانوں کو چار امور پر عمل پیرا ہونے کا حکم ہے ——— کتاب اللہ، سنت رسول اللہ، اجماع اُمت، اقوال مجتہدین ——— گاندھی کی اتباع کا کہیں حکم نہیں آتا، ہندوؤں سے موالات بھی جائز نہیں۔

Marfat.com

4 چوتھے سوال کے جواب میں فرمایا، یہود و نصاریٰ اور مشرکین کی عداوت قرآن میں صراحۃً مذکور ہے۔ پس یہود و نصاریٰ، کافر و مشرک سب سے ترکِ موالات ہونی چاہیے۔

5 پانچویں سوال کے بارے میں آپ کا موقف یہ تھا کہ احادیث میں گائے کی قربانی کی خوبیاں اور فضیلت مذکور ہیں اس لیے کسی کی خوشنودی اور تعاون حاصل کرنے کے لیے اس کو ترک کرنا جائز نہیں ——

6 چھٹے سوال کے بارے میں فرمایا کہ قرآن اور حدیث و فقہ کی کتابوں میں ایسا کوئی حکم نہیں —— مگر تعجب ہے کہ مولوی حسین احمد دیوبندی نے گاندھی کے اس حکم کو کہ کھدر ہی پہننی چاہیے اور کچھ نہیں، حکم شرعی سمجھا، زندگی بھر خود پہنا اور دوسروں کو پہنایا، عجیب تر یہ کہ جس میت کو کھدر میں نہ کفنایا جاتا اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھاتے تھے —— سندھ کے فاضل جلیل مولانا محمد ہاشم جان سرہندی علیہ الرحمہ راقم سے فرماتے تھے کہ تحریک کھدر کے زمانے میں مولوی حسین احمد سندھ تشریف لائے اور ایک مجلس میں جہاں مولانا موصوف بھی موجود تھے، علماء کے سروں سے عمامے اتروا کر کھدر کی ٹوپیاں پہنائیں جس کو ''گاندھی کیپ'' کہا جاتا تھا —— اناللہ و انا الیہ راجعون!

حضور انور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب مسلمانوں کے سروں سے عمامے اتر جائیں گے تو ان کی ہیبت و عظمت جاتی رہے گی'' —— سچ فرمایا بے شک ایسا ہی ہوا۔

تحریک خلافت کے قائدین نے حضرت سلطان العلماء سے مراسلت بھی کی اور خود ملنے بھی آئے۔ چنانچہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے جو اہل سنت کے ایک متبحر عالم اور تحریک خلافت کے قائد تھے، مراسلت کے ذریعے تحریک ہجرت کے متعلق استفسارات کیے —— مولانا ظفر علی خاں ۱۹۲۰ء میں خلافت و ہجرت پر گفتگو کرنے کے لیے خود گوٹھ

شریف حاضر ہوئے اور حضرت سلطان العلماء نے شرعی دلائل سے ان مسائل پر گفتگو فرمائی ——— مولانا خاموش ہو گئے اور دعا کی درخواست کی ——— اسی زمانے میں ابوالکلام آزاد کا ایک مضمون چھپا تھا جس میں انہوں نے سورۂ یوسف کی مندرجہ ذیل آیت کو خود پر منطبق کرتے ہوئے یہ اشارہ کیا کہ گویا وہ ہدایت پر ہیں:۔

قل هذه سبيلى ادعوآ الى الله على
بصيرة انا و من اتبعنى[1]

''کہد و میرا اور میرے تابعداروں کا بصیرت کے ساتھ یہ راستہ ہے
کہ میں لوگوں کو اللہ کی طرف بلا رہا ہوں۔''

حضرت سلطان العلماء نے اثنائے گفتگو مولانا ظفر علی خاں سے فرمایا:

''بعض لوگ اس آیت کی تشریح کرتے ہوئے مدعی ہیں کہ وہ ان معاملات میں بصیرت پر ہیں لیکن اگر کوئی سوال کرے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ''بصیرہ'' کو نکرہ کیوں کہا اور معرفہ (البصیرۃ) کیوں نہیں فرمایا تو اس کی وجہ بیان نہیں کریں گے۔''[2]

مولانا ظفر علی خان گولڑہ شریف سے جب واپس راولپنڈی آئے تو وہاں ابوالکلام آزاد سے ان کی ملاقات ہوئی جو انہیں مسائل پر گفتگو کرنے کے لیے گولڑہ شریف جانے والے تھے۔ مولانا ظفر علی خان نے فرمایا:

''اگر آپ یہ بتا سکتے ہیں کہ بصیرہ کو اللہ تعالیٰ نے ''نکرہ'' کیوں فرمایا اور ''معرفہ'' کیوں نہ فرمایا تو ضرور جائیے۔''

مگر سلطان العلماء کا اندازہ صحیح تھا، یہ نکتہ ابوالکلام آزاد کی سمجھ سے بالاتر تھا اس لیے وہ گولڑہ شریف نہ گئے اور راولپنڈی سے واپس چل دیئے ——— اسی زمانے میں بریلی

---

(۱) ۲۷۷، یوسف، ۱۰۸

(۲) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۷۷، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

Marfat.com

کے ایک سیاسی جلسے میں بھی امام احمد رضا خاں بریلوی کے خلیفہ علامہ سید محمد سلیمان اشرف بہاری اور صاحب زادہ حجۃ الاسلام مولانا محمد حامد رضا خاں بریلوی کے سامنے بھی وہ نہ بول سکے ——— اس میں شک نہیں علماء حق کی شخصیتیں بڑی قد آور ہیں ——— افسوس ہمارے تحقیقی اداروں اور جامعات میں ان پر تحقیق نہیں ہوئی اور ہوتی بھی ہے تو شاذ و نادر ——— حضرت سلطان العلماء اور دوسرے علماء حق نے تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے خلاف جو عاقبت اندیشانہ فتوے دیئے مستقبل کے حالات و حادثات نے اس کی توثیق کی، پھر کفار و مشرکین کا دم بھرنے والے بعض مسلمان لیڈروں کے ایسے تیور بدلے کہ وہ پہچانے بھی نہیں گئے ——— چنانچہ آرہ میں جب مسلمانوں پر مظالم ہوئے تو وہی مولانا عبدالباری فرنگی محلی جو گاندھی کی قیادت کو سعادت سمجھتے تھے ہندوؤں کو بایں الفاظ تنبیہ فرمارہے تھے:

''ہندو باز نہ آئے تو میں ان کے خلاف عام جہاد کا فتویٰ جاری کروں گا۔''[1]

مولانا ظفر علی خان جو تحریک خلافت کے سرگرم رکن تھے اور کانگریس کے دمساز ——— انہوں نے کراچی میں کانگریس کے اجلاس میں نماز مغرب کے لیے وقفہ چاہا، گاندھی نے انکار کر دیا اور اجلاس جاری رہا ——— بس پھر کیا تھا مولانا اجلاس سے اٹھ کر چل دیئے اور گاندھی کی ہجو لکھی، جس کا ایک بند ملاحظہ ہو:

اے سامری وقت کہ گاندھی ہے تیرا نام
کہتے ہیں نصاریٰ کا تجھے بندۂ بے دام
ہندو کو مسلمان سے لڑانا ہے ترا کام
ہم کو نظر آتا ہے جو ہوگا ترا انجام
اے دشمن اسلام![2]

(۱) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۷۶، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

(۲) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۷۸، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

Marfat.com

مولانا ظفر علی خاں نے اس بند میں گاندھی کو جوان القاب سے نوازا ہے:

''سامری وقت''، ''نصاریٰ کا بندۂ بے دام''، ''ہندو مسلم فساد کا ذمہ دار''، ''دشمن اسلام''

تو اس کے پیچھے پوری ایک تاریخ ہے ——— یہ محض جذباتی اُبال نہ تھا۔

(ب)

تحریک خلافت اور تحریک ترک موالات کے پوشیدہ مقاصد پر بحث کرتے ہوئے ہم نے اوپر ایک اہم مقصد کا ذکر کیا ہے یعنی ہندوؤں کو مسلمانوں کے قریب لاکر اس باہمی اتحاد سے سیاسی منافع حاصل کرنا اور کانگریس کو قوی کرنا ——— اب دوسرے مقصد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یعنی تحریک خلافت میں جمع ہونے والے چندے سے کانگریس کی خفیہ مالی امداد کرنا۔

سیاسی تحریکوں میں چندہ مانگنا ایک فن ہے جس طرح آج کل خریداروں کو غیر ضروری خرید و فروخت پر اکسانا ایک فن بن گیا ہے، اسی طرح قدرتی حادثات پر ایک ملک کا دوسرے ملکوں سے امداد طلب کرنا بھی ایک فن بن گیا ہے ——— بہرکیف کانگریس کو اپنی قوت کے لیے افراد کی بھی ضرورت تھی اور اموال کی بھی ——— ہندو مسلم اتحاد سے افرادی قوت حاصل کی، مسلمان جوق در جوق کانگریس میں شامل ہوئے پھر جمعیۃ العلماء ہند اور بعد میں مجلس احرار وغیرہ کا تعاون بھی زندگی بھر ان کے ساتھ رہا ——— ہاں مالی قوت کی ضرورت تھی وہ تحریک خلافت کا ساتھ دے کر حاصل کر لی گئی ——— اس تحریک میں پاک و ہند کے طول و عرض میں مسلمانوں نے دل کھول کر چندہ دیا، عورتوں نے زیورات تک دیے، یہ سب کانگریس کے کام آئے، یہ ایک خفیہ راز ہے جس کا انکشاف کانگریس کی مخالف سیاسی جماعتوں نے کیا اور بعد میں خود گاندھی نے بھی اس کا اعتراف کیا کہ تحریک خلافت میں جمع ہونے والا چندہ کانگریس کے کام آیا ——— آپ نے ملاحظہ فرمایا، اللہ کی مخلوق کو کس طرح بیوقوف بنایا گیا اور اپنے پوشیدہ مقاصد حاصل کیے گئے۔

Marfat.com

(ج)

مسٹر گاندھی اپنی قوم کے نہایت مخلص قائد تھے مگر ان کی قوم نے قدرن کی اور بالآخر قتل کر دیا ——— ایسا مخلص انسان کسی قوم کو مل جائے تو وہ پستی سے بلندی کی طرف جا سکتی ہے ——— بے شک وہ اپنی قوم سے مخلص تھے مگر مسلمان قوم سے ان کا تعلق محض مصلحت اندیشانہ تھا گو نظر یوں آتا ہے کہ وہ ملت اسلامیہ سے مخلص ہیں ——— انہوں نے پہلے ہندوؤں کو مسلمانوں سے قریب کر کے افرادی قوت حاصل کی، پھر مالی قوت حاصل کی ——— مگر سیاسی اور معاشی قوت حاصل کرنے کے لیے یہ بھی ضروری تھا کہ مسلمان قوم کے مذہبی، ثقافتی، سیاسی اور معاشی حالات خوبصورتی سے تباہ کر دیئے جائیں ——— قوم کی بقاء کا انحصار مذہبی تصلب اور معاشی استحکام پر ہے ——— گاندھی نے ان دونوں کو ہدف بنایا ——— ہندو مسلم اتحاد سے مذہبی تصلب ختم کیا، مسلمان شعائر اسلام کو چھوڑ بیٹھے اور مشرکانہ شعائر اپنانے۔ حتی کہ گاندھی کو بزرگ ترین خلائق اور نبوت کا مستحق سمجھنے لگے ——— ترک موالات کی تحریک چلا کر مسلمانوں کو معاشی طور پر کمزور کر دیا انہوں نے انگریزوں کے خطابات و تمغات واپس کیے، ملازمتیں چھوڑیں، جاگیریں چھوڑیں وغیرہ وغیرہ ——— پھر تحریک ہجرت چلائی، مسلمانوں کے پاس جو کچھ تھا وہ اونے پونے ہندوؤں کے ہاتھ فروخت کر کے افغانستان جانے لگے ——— تحریک کھدر چلائی، پاک و ہند میں جو مسلمان نفیس کپڑا بناتے تھے ان کا کاروبار ختم ہو گیا، تحریک گاؤ کشی اور ترک حیوانات چلائی جس سے مسلمان قصابوں کا کاروبار ختم ہوا ——— اور آخر میں ۱۹۲۳ء میں تحریک شدھی، سنگھٹن چلائی جس کا مقصود مسلمانوں کو مرتد بنانا اور ہندو تہذیب و ثقافت کو ان پر مسلط کرنا تھا ——— ان تمام تحریکوں سے مسلمان کمزور سے کمزور تر ہوتے گئے اور ان کی قربانیاں اور توانائیاں ہندوؤں کے کام آتی گئیں ——— اس میں شک نہیں مسٹر گاندھی اپنی قوم کی طرف سے شکریہ اور مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے نہایت خوبصورتی سے اتنا

Marfat.com

اہم کام کیا جو ایک غیر مسلم سیاست داں کے بس کی بات نہ تھی ——— خوبصورتی سے اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس ساری تباہی کے بعد مسلمان گاندھی کو نہ صرف اپنا خیر خواہ بلکہ مسلمان سمجھنے لگے اور مسلمان بھی ایسے ویسے مسلمان نہیں بلکہ ''ولی اللہ'' ——— اسی لیے آج تک ان کے لیے قرآن خوانی اور ایصال ثواب ہوتا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہ کام وہ لوگ کرتے ہیں جو اس عمل کو ناجائز و حرام تصور فرماتے ہیں مگر گاندھی کے لیے یہ سب کچھ جائز ہے ——— مسلک دیوبند کے اکثر علماء پر گاندھی کا جادو چل گیا الاّ ماشاء اللہ! مگر علماء اہل سنت ہوشیار ہو گئے اور پھر اس کوچے کا رخ نہ کیا جہاں ان کی تباہی کے لیے سازشیں تیار کی جا رہی تھیں۔

(د)

تحریک خلافت سے یہ منافع تو ہندوؤں نے حاصل کئے ——— بعض منافع علماء دیوبند اور علماء وہابیہ نے بھی حاصل کئے، جس کی تفصیل یہ ہے:۔

سلطنت عثمانیہ ایک متصلب سُنّی سلطنت تھی ——— یہی وہ سلطنت تھی جس نے گنبد خضراء کی تعمیر کی اور حرمین شریفین میں ازواجِ مطہرات وصحابہ کرام کے مزارات پر بکثرت قبے بنوائے جو بعد میں ابن سعود نے ڈھا دیے ——— یہ ایک خونچکاں داستان ہے ——— جس زمانے میں تحریک خلافت چلی اس سے کچھ قبل علماء دیوبند اور علماء وہابیہ کے خلاف علماء اہل سنت نے جناب رسالت مآب ﷺ میں ان کی گستاخانہ عبارات کے خلاف ایک بھرپور مہم چلائی تھی جس سے ان کی ساکھ کو سخت نقصان پہنچا ——— اور ان کو مجبوراً اور مصلحتاً ان افکار وعقائد کو تسلیم کرنا پڑا جو ان کے خیال میں ناجائز وحرام تھے ——— جیسا کہ المہند (مصنف مولانا خلیل احمد انبیٹھوی) کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے ——— اپنے وقار کو قائم کرنے کے لیے انہوں نے مناسب خیال کیا کہ ایک سُنّی سلطنت کی حمایت کی جائے تاکہ پاک وہند کے مسلمان (جن کی اکثریت عشق رسول کی پاسدار ہے) قریب

Marfat.com

آ جائیں اور ان کے دل ان کی طرف سے صاف ہو جائیں ——— چنانچہ ایسا ہی ہوا اور وہ سنی مسلمان جو کچھ عرصے پہلے علماء دیوبند اور علماء وہابیہ سے وحشت زدہ تھے، شیر و شکر ہو گئے اور اس حد تک قریب آ گئے کہ اپنوں کو بھی چھوڑ بیٹھے ——— لیکن جب مصطفٰے کمال نے سلطان ترکی عبدالمجید خان کو جلاوطن کر کے جمہوری حکومت قائم کی، علماء دیوبند اور علماء وہابیہ نے مبارک باد کے تار بھیجے (کہ آج ایک سنی سلطنت ختم ہوگئی) ——— یہ نظارہ دیکھ کر وہ اہل سنت جو اپنے مخدوموں کو چھوڑ بیٹھے تھے سخت نادم ہوئے اور تائب بھی۔

(۵)

دشمن جب انتقام لیتا ہے تو حد سے گزر جاتا ہے پھر اس کو شریعت کا بھی پاس نہیں رہتا، جدھر نفس چلاتا ہے ادھر چلتا ہے ——— اہل سنت کے مخالفین نے اسی پر بس نہیں کیا کہ سلطنت عثمانیہ کی حمایت سے عوام میں اپنا وقار بحال کیا بلکہ ایک قدم اور بڑھایا اور ایک ایسا مسئلہ پیدا کیا جس سے ان کی نظر میں اکابر اہل سنت کی بدنامی یقینی تھی ——— وہ مسئلہ تھا خلافت اور سلطنت کا مسئلہ ——— از روئے شرع سلطنت ترکی خلافت اسلامیہ نہ تھی لیکن علماء دیوبند نے اس یقین کے ساتھ اس کو خلافت اسلامیہ قرار دیا کہ اکابر اہل سنت ضرور اس خیال کی مخالفت کریں گے بس یہی موڑ ہوگا جہاں سے ان کے خلاف پروپیگنڈے کا آغاز کیا جائے گا چنانچہ یہی ہوا ——— اکابر اہل سنت امام احمد رضا خاں بریلوی، سلطان العلماء پیر مہر علی شاہ گولڑوی وغیرہ نے اس خیال کی سخت مخالفت کی، بس پھر کیا تھا ان کے خلاف ایک طوفان کھڑا کر دیا اور ان کو بدنام کرنے کے لیے ایک بھرپور مہم چلائی گئی ——— چونکہ عوام جذباتی ہو رہے تھے اور انگریزوں کے سخت خلاف تھے اس لیے یہ مشہور کیا گیا کہ یہ حضرات انگریزوں کے خیر خواہ ہیں ——— اس جذباتی دور میں یہ خیر خواہی بدترین جرائم میں تھی اس لیے یہ حضرات خوب بدنام ہوئے ——— حضرت سلطان العلماء پر بھی یہ الزام لگایا گیا حالانکہ آپ حکومت برطانیہ کی دعوت پر ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار میں تشریف نہیں لے

Marfat.com

گئے تھے۔ ـــــ اس وقت یہ تحریک بھی نہ چلی تھی ـــــ پھر ۱۹۱۴ء میں جنگ عظیم شروع ہوئی اور راولپنڈی کے انگریز کمشنر نے یہ درخواست کی کہ آپ اپنے حلقۂ ارادت میں برطانوی فوج میں بھرتی کی ترغیب دیں تو آپ نے صاف صاف لکھ دیا:۔

''دائرہ اسلام سے خارج ہو کر آپ کے پیغام کی تعمیل بالکل ناممکن ہے۔''[۱]

حالانکہ اس وقت مسٹر گاندھی اور محمد علی جوہر ہندوؤں اور مسلمانوں کو فوج میں بھرتی کرا رہے تھے۔

تقسیم ہند کی دوٹوک بات:

بہرکیف جب مسلم زعماء پر ہندو لیڈروں کے عزائم کھل کر سامنے آگئے تو تقسیم ہند کی کھلم کھلا بات ہونے لگی، چنانچہ ۱۹۲۵ء میں عبدالقدیر بلگرامی نے تقسیم ہند کی نہایت ہی مفصل تجویز پیش کی پھر ۱۹۳۰ء میں ڈاکٹر محمد اقبال نے سیاسی پلیٹ فارم سے یہ تجویز پیش کی اور بالآخر ۱۹۴۰ء میں قرارداد پاکستان پاس ہوئی[۲] اور ملک کے طول و عرض میں پاکستان کا مطالبہ کیا جانے لگا ـــــ جمعیۃ علماء ہند، مجلس احرار وغیرہ جو مسلک دیوبند کے علماء و عوام پر مشتمل تھیں مطالبہ پاکستان کے سخت خلاف تھیں اور کانگریس کی پرزور حامی ـــــ ہاں علماء اہل سنت جو پاک و ہند میں اکثریت رکھتے تھے پاکستان کے حامی تھے الا ماشاء اللّٰہ!

ـــــ یہ عجائبات عالم میں سے ایک عجوبہ ہے کہ اہل سنت و جماعت جن پر وقتاً فوقتاً شرک و بدعت کا الزام لگتا رہا وہ کفار و مشرکین سے علیحدہ رہے اور جو یہ الزام لگاتے رہے اور اب بھی لگاتے ہیں کفار و مشرکین ہند کے ساتھ رہے الا ماشاء اللّٰہ! یہ ایک ایسا معمہ ہے جو حل نہیں ہو پاتا ـــــ اور وہ ایک ممتاز عالم جو ۱۹۴۶ء کے لگ بھگ ساتھ ہوئے وہ تقریباً تیس (۳۰) سال جمعیۃ علماء ہند میں رہے جو کانگریس کی حامی و مددگار رہی،

---

(۱) فیض احمد فیض، مولانا: مہر منیر، ص: ۲۶۸، مطبوعہ لاہور ۱۹۷۳ء

(۲) اس موضوع پر ادارہ مظہر اسلام، لاہور ۲۰۰۰ء میں پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب کا تحقیقی مقالہ ''تصور پاکستان، ایک تحقیقی جائزہ'' شائع کر چکا ہے۔ نقش ثانی مع اضافات ۲۰۰۶ء میں شائع ہوا۔

Marfat.com

بعض محققین کی نظر میں ان کا ساتھ دینا بھی حکمت سے خالی نہ تھا اصل مقصود پاکستان میں اپنے مسلک کی اشاعت اور اپنے لوگوں کی سرفرازی تھا جو ساتھ نہ دینے کی صورت میں ممکن نہ تھا چونکہ ان حضرات کا تعلق جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس سے رہا اس لیے ان کی وساطت سے وہ تمام لوگ رفتہ رفتہ پاکستان آ گئے اور ان کا مشن یہ رہا کہ:

- حکومت کے اندروباہر ہر سطح پر اہل سنت کی کاٹ کی جائے
- پاکستان کی تاریخ کو اپنے مزاج کے مطابق بنایا جائے
- قوم پرست علماء کا بہترین انداز میں تعارف کرایا جائے

چنانچہ یہ مقاصد حاصل کیے گئے، حال ہی میں اسلام آباد سے جمعیۃ علماء ہند کی تاریخ شائع ہوئی ہے ـــــ اہل سنت و جماعت کی ہمہ گیر حمایت سے بیرونی ممالک کے فضلاء پر یہ تاثر قائم ہے کہ شاید یہاں ہر سطح پر اہل سنت و جماعت کا عمل دخل ہے چونکہ دنیا میں یہی ہوتا ہے کہ تحریک میں جس مزاج کی اکثریت ہوتی ہے وہی حکومت بناتی ہے۔

حضرت سلطان العلماء ایک دیدہ ور مدبر تھے، جس راہ پر انہوں نے چلایا وہ مشرکین ہند سے موالات و مواخات کی راہ نہ تھی بلکہ اسلام کی سچی اور سیدھی راہ تھی ـــــ آپ کی نگاہ ماضی کے حادثات پر بھی تھی اور مستقبل کے متوقع واقعات پر بھی ـــــ وہ سمجھتے تھے اسلام قوت اور زندگی کا نام ہے ـــــ خود قرآن فرما رہا ہے:

''اگر تم سچے اور پکے مسلمان بنے رہے تو سارے عالم پر چھائے رہو گے۔''

آپ نے کسی ایسی بات کی تعلیم نہ دی جو مسلمانوں کو قوت اور زندگی سے محروم کر دے اسی لیے آپ نے اپنے زمانے میں اٹھنے والی ان باطل قوتوں کا پوری استقامت کے ساتھ مقابلہ کیا جو مسلمانوں کو قوت اور زندگی سے محروم کرنے پر تلی ہوئی تھیں

وصالِ پُرملال:

آپ نے زندگی بھر مسلک حقہ اور عقائد صحیحہ کی تعلیم دی، عشق مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا چراغ روشن کیا، تاریک دلوں کو روشن کیا پھر اپنے مولا کے حضور حاضری کی تیاریاں

Marfat.com

شروع کردیں۔

۱۳۴۷ھ/۱۹۲۸ء تک حضرت سلطان العلماء کی صحت اچھی رہی یعنی تقریباً ۷۲ سال کی عمر تک، پھر ضعف و نقاہت کے آثار نمایاں ہونے لگے، اسی زمانے میں ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے حقیقت زماں سے متعلق آپ سے استفسار بھی کیا تھا —— جوں جوں وقت گزرتا گیا استغراق کی کیفیت بڑھتی گئی اور ایسا استغراق میسر آیا کہ اولاد کی صورتیں بھی صفحۂ دل سے محو ہوگئیں اپنے اور بیگانے میں تمیز نہ رہی —— نظروں میں وہی وہ سما گیا —— ہمہ وقت ذکرواذکار —— اور قرآن کی سماعت میں مصروف رہتے کہ اللہ کی یاد کا بہترین طریقہ یہی ہے —— نو دس سال اسی ذکرواذکار میں گذر گئے، بالآخر وہ وقت آیا جو آنے والا تھا —— ۲۹ رصفر المظفر ۱۳۵۶ھ مطابق ۱۱ رمئی ۱۹۳۷ء بروز سہ شنبہ تقریباً پچپن سال مسند ارشاد پر رونق افروز رہنے کے بعد اسی (۸۰) سال کی عمر شریف میں جان عزیز جاں آفریں کے سپرد کردی۔

دل تو جاتا ہے اس کے کوچے میں
جا مری جان، جا، خدا حافظ

یہ حُسنِ اتفاق ہے کہ ۲۹ رصفر المظفر ۱۰۳۴ھ کو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ کا وصال ہوا اور ۳۲۲ سال بعد ۲۹ رصفر المظفر ۱۳۵۶ھ کو سلطان العلماء حضرت پیر سید مہر علی شاہ علیہ الرحمہ کا وصال ہوا۔

اقبال نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمہ سے التجا کی تھی:

لا اک بار وہی بادہ و جام اے ساقی!
ہاتھ آجائے مجھے میر امقام اے ساقی!
تین سو سال سے ہیں ہند کے میخانے بند
اب مناسب ہے تیرا فیض ہو عام اے ساقی

Marfat.com

یہ التجا قبول ہوئی اور یہ فیض عرفانی جاری وساری ہوا ـــــ ہاں ؎

جام پہ جام لائے جا شان کرم دکھائے جا

پیاس مری بڑھائے جا، روزنئی پلائے جا

حضرت سلطان العلماء کا وصال کیا ہوا پاک و ہند میں صف ماتم بچھ گئی ـــــ اخبارات و رسائل نے تعزیتی نوٹ اور تعزیتی اداریے شائع کیے جس میں موافق و مخالف سب ہی تھے اس سے آپ کی ہمہ گیر مقبولیت اور مصلحانہ و مرشدانہ شان وشوکت کا اندازہ ہوتا ہے ـــــ شیخ محمد علی مدنی رفاعی نے عربی میں آپ کا مرثیہ لکھا جس میں آپ کی مصلحانہ شان کا اسی طرح ذکر کیا ہے:۔

وکم رددت علی الزائغلین

أهل البدع والضلال والفتون

(ص ۳۴۳)

ترجمہ:''اور بدعتیوں اور گمراہوں اور فتنہ بازوں کی کس قدر آپ نے تردیدیں فرمائیں!''

سجادہ نشین:

حضرت سلطان العلماء کے وصال کے بعد آپ کے فرزند رشید صاحب زادہ سید غلام محی الدین شاہ المعروف بہ بابوجی (م ـ ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء) سجادہ نشین ہوئے، آپ کے حالات بھی لائق ذکر و قابل مطالعہ ہیں ـــــ بیس پچیس سال قبل راقم گولڑہ شریف میں آپ کی زیارت سے مستفیض ہو چکا ہے، بڑا اکرام فرمایا، اپنے پاس بٹھایا ـــــ آپ ۳۷ سال مسند ارشاد پر فائز رہے، آپ کے بعد آپ کے بڑے صاحب زادے حضرت مولانا شاہ معین الدین مدظلہ العالی مسند ارشاد پر رونق افروز ہوئے ـــــ آپ صاحب علم و فضل اور باکمال شاعر ہیں، آپ کے صاحب زادے سید شاہ غلام نصیر الدین زید مجدہ بھی عالم اور باکمال شاعر ہیں (مولانا شاہ معین الدین کے چھوٹے بھائی مولانا شاہ

Marfat.com

عبدالحق ہیں) ——— الحمدللہ یہ خانقاہ آباد ہے اور ابھی یہاں علم وعرفان کی روشنی باقی ہے، اللہ تعالیٰ اس روحانی اور علمی فیض کو جاری وساری رکھے- آمین!

یادگار تصانیف:

حضرت سلطان العلماء کی باقیات صالحات میں اولاد امجاد کے علاوہ چند تصانیف بھی ہیں، جن میں قابل ذکر یہ ہیں:-

1. تحقیق الحق فی کلمۃ الحق (۱۳۱۵ھ/۱۸۹۷ء)
2. شمس الہدایہ فی اثبات حیات المسیح (۱۳۱۷ھ/۱۹۰۰ء)
3. سیف چشتیائی (۱۳۱۹ھ/۱۹۰۲ء)
4. اعلاء کلمۃ اللہ فی بیان ما اھل بہ لغیر اللّٰہ (۱۳۲۲ھ/۵-۱۹۰۴ء)
5. الفتوحات الصمدیہ (۱۳۲۵ھ/۸-۱۹۰۷ء)
6. تصفیہ مابین سنی وشیعہ
7. فتاویٰ مہریہ (مطبوعہ ۱۳۸۲ھ/۱۹۶۰ء)

حاصل کلام:

اہل اللہ کے ذکر واذکار سے دل ودماغ دونوں قوی ہوتے ہیں ——— ہم نے قوت کے اس سرچشمے کو بھلا دیا ——— در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں ——— گھر گھر سے بھیک مانگ رہے ہیں ——— عقل ماؤف ہوگئی، طاقت جواب دے گئی ——— دماغ چکرا رہا ہے، دل ڈوب رہا ہے ——— کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ کیا ہورہا ہے، یہ کیوں ہورہا ہے؟ ——— ہاں اے، ڈوبنے والو! قرآن تم کو بلا رہا ہے اور اہل اللہ کے قدموں پر جھکا رہا ہے ——— جھک جاؤ کہ اسی جھکنے میں چین بھی ہے اور سکون بھی ——— قوت بھی ہے اور زندگی بھی ——— خوب یاد رکھو جہاں وہ جھکائے وہاں جھکنا کسی غیر کے آگے جھکنا نہیں ——— جھکنا تو جھکنا وہ کسی کے آگے سجدے کا بھی حکم دے (جو کھلا شرک معلوم ہوتا ہے) تو بھی چون

Marfat.com

وچرا کی گنجائش نہیں ـــــ جس نے چون وچرا کی مردودِ ابدی ہوا ـــــ کیا ابلیس کا انجام نہیں معلوم؟ ـــــ اللہ کے لشکری بنو ـــــ جب سے تم نے انبیاء و اولیاء سے منہ پھیرا ہے اور ان کو اپنا جیسا سمجھا ہے، تمہاری ہوا اکھڑ گئی ہے، تم زندگی سے محروم ہو گئے ـــــ بے جان ہو گئے اور بے جان پر ہر کوئی شیر ہوتا ہے ـــــ سارا عالم ہمارے پیچھے پڑا ہوا ہے ـــــ ہم ایسے بے بس و مجبور کبھی نہ ہوئے تھے ـــــ یقیناً ہمارے افکار میں کچھ ہیر پھیر ہے اور ہمارے اعمال میں کچھ قصور ہے، ورنہ قوت بلائیں لیتی اور زندگی قدم چومتی ـــــ ہاں اہلُ اللہ کے قدموں پر جھک جاؤ کہ خود زندگی تمہارے قدم چوم لے اور کسی کو تمہاری طرف آنکھ اٹھانے کا یارا نہ رہے ـــــ تمہیں سارے عالم پر بھاری رہو اور تمہارا بول بالا ہو ـــــ آمین ربنا آمین!

دلِ مُردہ، دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے کہ امتوں کے مرضِ کُہن کا چارہ

۲۱/اگست ۱۹۸۶ء

محمد مسعود احمد عفی عنہ
پرنسپل گورنمنٹ ڈگری کالج
(ٹھٹھہ، سندھ۔ پاکستان)

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

نعت ''اج سک متراں دی''

حضرت سیدنا پیر مہر علی شاہ گیلانی گولڑوی قدس سرہ

-۱-

اج سک متراں دی ودھیری اے — کیوں دلڑی اداس گھنیری اے
لوں لوں وچ شوق چنگیری اے — اج نیناں لائیاں کیوں جھڑیاں

-۲-

الطیف سریٰ من طلعته — والشذو بدیٰ من وفرته
فسکرت هنا من نظرته — نیناں دیاں فوجاں سر چڑھیاں

-۳-

مکھ چند بدر شعشانی اے — متھے چمکے لاٹ نورانی اے
کالی زلف تے اکھ مستانی اے — مخمور اکھیں ہن مدھ بھریاں

-۴-

دو ابرو قوس مثال دسن — جیں توں نوک مژہ دے تیر چھٹن
لباں سرخ آکھاں کہ لعل یمن — چٹے دند موتی دیاں ہن لڑیاں

-۵-

اس صورت نوں میں جان آکھاں — جانان کہ جان جہان آکھاں
سچ آکھاں تے رب دی شان آکھاں — جس شان توں شاناں سب بنیاں

-۶-

ایہہ صورت ہے بے صورت تھیں — بے صورت ظاہر صورت تھیں
بے رنگ دسے اس مورت تھیں — وچ وحدت پھٹیاں جد گھڑیاں

Marfat.com

-۷-

دے صورت راہ بے صورت دا — توبہ راہ کی عین حقیقت دا
پر کم نہیں بے سوجھت دا — کوئی ورلیاں موتی لے تریاں

-۸-

ایہا صورت شالا پیش نظر — رہے وقت نزع تے روز حشر
وچ قبر تے پل تھیں جدہوسی گذر — سب کھوٹیاں تھیسن تدکھریاں

-۹-

یعطیک ربک داس تساں — فترضیٰ تھیں پوری آس اساں
لج پال کریسی پاس اساں — واشفع تشفع صحیح پڑھیاں

-۱۰-

لاہو مکھ تو مخطط برد یمن — من بھانوری جھلک دکھاؤ سجن
اوہا مٹھیاں گالیں الاؤ مٹھن — جو حمراء وادی سن کریاں

-۱۱-

حجرے توں مسجد آؤ ڈھولن — نوری جھات دے کارن سارے سکن
دو جگ اکھیاں راہ دا فرش کرن — سب انس و ملک حوراں پریاں

-۱۲-

انہاں سکدیاں تے کرندیاں تے — لکھ واری صدقے جاندیاں تے
انہاں بردیاں مفت وکاندیاں تے — شالا آون وت بھی اوہ گھڑیاں

-۱۳-

سبحان اللہ ما اجملک — ما احسنک ما اکملک
کتھے مہر علی کتھے تیری ثنا — گستاخ اکھیں کتھے جا اڑیاں

Marfat.com